



NUQTAH Journal of Theological Studies

Editor: Dr. Shumaila Majeed

(Bi -Annual)

Languages: Urdu, Arabic and English

pISSN: 2790 5330 eISSN : 2790 -5349

<https://nuqtahjts.com/index.php/njts>

Published By:

Resurgence Academic and Research

Institute, Lahore , (53720) Pakistan.

Email: editor@nuqtahjts.com

حقوق نسوان کے تعین میں عرف و عادت کا کردار (فلکر اسلامی کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ)

THE ROLE OF CUSTOMS AND TRADITIONS IN DEFINING WOMEN'S RIGHTS (AN ANALYTICAL STUDY IN THE PERSPECTIVE OF ISLAMIC THOUGHT)

Maria Abbas

Ph.D Scholar, Bahauddin Zakriya University, Multan

Email : mariaabbas466@gmail.com

Prof Dr Abdul Quddus Suhaib

Director, Islamic Research Center, Bahauddin Zakariya University, Multan

Email: aqsuhaib@gmail.com



[Published online: 10 December 2025](#)



[View this issue](#)



Complete Guidelines and Publication details can be found at

<https://nuqtahjts.com/index.php/njts/publication-ethics>

Abstract

Customary practice ('urf) in society serves as a fundamental source for any traditional or legal framework, and it plays a meaningful role in the formulation and regulation of laws. This 'urf is shaped collectively by both men and women, and together they lay the foundation of a better society. In other words, the way of life and conduct of a community is what is termed as 'urf and practice. On one hand, there are the rights granted to women by divine religions; on the other, there is society itself, which acts as a living laboratory for safeguarding and implementing these laws. The legislative literature of Islam, particularly the Sunnah of the Prophet (peace be upon him), makes it very clear that the position, status, and constitutional as well as legal rights of women are truthful, enduring, and without any form of discrimination at any level.

However, the contemporary world has undergone drastic changes in terms of family, social, economic, and cultural structures, bringing with it significant transformations in the personal roles and responsibilities of men and women. This raises a pressing question before us: Has this social transformation ensured the protection of women's rights, or has it, instead, made women more vulnerable to exploitation? And what is the practical situation of applying the rights granted to women by Islam in today's world? These lines aim to discuss precisely this issue.

Keywords: Urf, Custom, Tradition, Society, Islamic thoughts, Women's Rights, and Culture

موضوع کا تعارف اور ضرورت و اہمیت

معاشرہ اور سماج کسی بھی ترقی یافتہ اور مہذب قوم کا پہلا ادارہ ہوتا ہے جہاں افراد تربیت پا کر ملک و ملت کے لیے باعث نفع بنتے ہیں، گویا معاشرہ جتنی طاقت اور باشمور ہو گی قوم کا مستقبل اتنا ہی بہترین اور روشن ہو گا، یہ معاشرہ مردوں و عورت سے مل کر تشکیل پاتی ہے، دونوں کی ذمہ داری اگرچہ جدا جدا ہوتی ہیں مگر مقصدیت کے اعتبار سے وہ بھیشہ ایک ہوتے ہیں، اگر کسی سماج میں صنفی امتیاز یا تفریق ہو گی اور بالواسطہ یا بلاواسطہ کوئی ایک فریق زیر استعمال ہے گا تو سماجی ترقی، وجود اور تنزیل کا شکار ہو جائے گی۔

صنفی امتیازات تاریخی اعتبار سے انسانی معاشروں کا بھیشہ سے ہی حصہ رہے ہیں لیکن یہ امر قابل ذکر ہے کہ ان تھیات کا خاتمہ اور بغیر کسی تفریق کے آگے بڑھنے کے عمل میں اغلب کو ششیں انفرادی و اجتماعی حوالوں سے سماج میں موجود رہی ہیں، محض سماج ہی نہیں بلکہ مذاہب بھی بھیشہ ایک مستند کردار کے ساتھ ان کو ششون کا محرك رہے، قدیم مذہبی و تشریعی لٹریچر احترام انسانیت پر نہ صرف زور دیتا ہے بلکہ ایسی حرمت کی پامالی پر سخت سزاوں کے نفاذ کو بھی یقینی بناتا ہے۔ بقیہ مذاہب کی طرح مذہب اسلام نے بھی انسانی حقوق و وقار پر زور دیا اور بالخصوص ایک جانبدار سماج میں عورتوں کو ہر طرح کے سماجی، سیاسی، معاشری اور معاشرتی حقوق عطا کیے، مذہب اسلام کے تشریعی لٹریچر (قرآن و سنت) کی تشریحات اور ان مตون پر استوار فقہی قوانین میں عورتوں کی حقوق کے تحفظ پر بیسیوں منائج

موجود ہیں، معاصر دنیا میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ان تعلیمات کی روشنی میں آج کے سماج اور معاشرے کو موضوع تحقیق بنایا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ ان حقوق کو سماجی سطح پر کتنا قابل و قوت سمجھا جا رہا ہے، نیز اس بات کا تعین بھی ضروری ہے کہ عرف و عادت اور رسوم و رواجات ان عورتوں کے حقوق کے تحفظ و رعایت میں کس قدر حساس ہیں۔ معاصر دنیا میں یہ مسئلہ اور بھی زیادہ اہم ہو گیا ہے کیونکہ اس میں عورت تاریخی اعتبار سے شوری اپنے کی اعلیٰ سطح پر موجود ہے، یہ عورت بحیثیت ایک سماجی اکائی، سماج کی تغیری و ترقی کے لیے اتنی ہی اہم ہے جتنی اہمیت کا حامل ایک مرد ہے، اگر اس کی صنف معاشرتی ترقی اور نا انصافی سے دوچار ہو گی تو یہ برادر است سماج کا مسئلہ ہو گا اور اس کی ترقی کا عمل مخدود ہو جائے گا، ان سطور کی روشنی میں ہم اس موضوع تحقیق کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں اور اس پر کام کرنے کی ناگزیریت کو سمجھ سکتے ہیں

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

اس موضوع پر سید جلال الدین انصار عمری کی کتاب "عورت اسلامی معاشرہ میں" بہترین اسلامی کتاب ہے، جس میں قدیم تہذیبوں اور قدیم مذاہب میں عورت کی حیثیت پر روشنی ڈالی گئی ہے، اسی طرح اس کتاب میں مصنف نے عورت اور جدید سماجی نظریات کے بارے میں بات کی ہے، اسلامی سماج سماج میں عورت کے کردار، اس کا علمی مرتبہ اور مذہب اسلام میں عورت کو حاصل حقوق پر سیر بحث کی گئی ہے، کتاب کے آخر میں عورت کا بحیثیت کیس سمبل کے کاروباری مفادات یا ذاتی خواہشات کی تسلیم میں استھان، موضوع بحث ہے۔¹

خواتین کے حقوق اور اسلام کے حوالے سے مختلف موضوعات پر علمی تحقیق پیش کی جا چکی ہے۔ عورتوں کی سماجی حیثیت، ان کے حقوق و فرائض اور معاشرتی کردار کے متعلق مختلف مؤلفین اور محققین نے اپنی آراء اور خیالات کا اظہار کیا ہے، اسلامی معاشرے میں خواتین کا مقام، ان کے حقوق کی اہمیت اور ان کا تحفظ، خاص طور پر جدید تناظر میں خواتین کی حیثیت پر بہت سے اہل علم نے قلم اٹھایا ہے۔

اسلام میں عورت کی حیثیت کے حوالے سے متعدد کتب موجود ہیں جن میں اسلام اور عورت، عورت کا مقام، خواتین کے حقوق، عورت اور اسلام، عورت کی تعلیم، اور عورت کا پرداہ شامل ہیں۔ ان موضوعات پر تحقیق نے کئی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے، خاص طور پر اسلامی تعلیمات میں عورت کے حقوق کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

"Feminism and Islam" کے موضوع کے تحت بھی اگر دیکھا جائے تو اس بارے میں بکثرت مغربی مصنفوں اور موجودہ مسلم مفکرین کی تحریریں موجود ہیں۔ کچھ مؤلفین نے جدید مسلم معاشروں میں خواتین کے موجودہ حالات کو تحریکی نظر سے دیکھا ہے اور اسلام کی جدید تعبیرات اور وہ عمل کو جانچنے کی کوشش کی ہے۔ جبکہ کچھ محققین نے یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام نے عورت کو جو حقوق دیے ہیں وہ کسی بھی جدید تحریک سے بڑھ کر ہیں۔ اسلام نے عورت کی فطرت کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے حقوق دیے اور ان پر عملدرآمد کو تیقینی بنایا۔ بعض محققین نے عورت کو صرف جذبات کا پیکر کہنے کو بھی ناقص تصور قرار دیا ہے۔

اس سلسلے میں عشرت آمین کی تحقیق خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ: "اسلام تقدیم کا نہیں، تحقیق کا مطالبہ کرتا ہے۔" ان کا کہنا ہے کہ عورت کے بنیادی مسائل کے حل کے لیے ضروری ہے کہ ان کو اسلامی تناظر میں سمجھا جائے۔ انہوں نے "اسلام اور عورت" کے موضوع پر کئی نئے پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ ان کے مطابق اسلام عورت کو عزت و وقار عطا کرتا ہے فاضل مصنف کی جدید مغربی افکار کو اسلام کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش قابل ذکر ہے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کی کتاب "المرآۃ بین الفقہ والقانون" میں بنیادی طور پر عورت کی فقہی و قانونی بہت کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اسلام نے عورت کو جو حقوق دیے ہیں وہ فطری تقاضوں کے مطابق ہیں اور ان پر عمل ہی اس کی فلاح کی ضمانت ہے۔ انہوں نے اس میں صرف مذہبی پہلوؤں نہیں بلکہ سماجی اور معاشرتی پہلو کو بھی اجاگر کیا ہے۔²

نے اپنی
مراتہ

محمد ابراہیم
کتاب "تحریر"

آفاقی عمر زاد سلسلہ "بنیادی طور پر قرآن کی تفسیر اور حج کے موضوع پر کی، لیکن اس میں بھی عورت سے متعلق حقوق بیان کیے گئے ہیں اور قرآن مجید میں عورت سے متعلق ہونے والی آیات، تفکر اور جدید تحقیقات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

سمیعہ جنیدی نے "اسلام اور عورت" کے موضوع پر تحقیق کرتے ہوئے یہ نکتہ اٹھایا ہے کہ مسلم عورت کا کردار کسی جدید فمینیسٹ تحریک کی مر ہوں منت نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات میں موجود ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مسلمان خواتین کو جب اسلام کے مطابق تعلیم دی جائے تو وہ اپنا کردار بہتر انداز میں ادا کر سکتی ہیں۔ ان کی تحقیق نے اس موضوع کو ایک نئی سمت مہیا کی ہے۔

عرف و عادت کا مفہوم :

• عرف کا لغوی معنی :

ماہرین لغت نے عرف کے کئی معانی بیان کیے ہیں۔ مشہور ماہرین، لغت نے عرف کے مندرجہ ذیل معانی بیان کیے ہیں :

• اتصال و اطمینان :

عرف کا معنی بیان کرتے ہوئے ابن فارس لکھتے ہیں ::

عرف لعین والراء والفاء: أصلان، يد خل آحدہا علی تتابع الشیء متصل بعنه بعض، والآخر علی السکون والطمینانیة

ترجمہ: "عرف جس کا مادہ ع۔ ر۔ ف۔ ہے کے دو حقیقی معانی ہیں، ایک کسی شے کا وہ سری شے کے ساتھ متصل ہو کر آنا ہے اور دوسرے سکون اور اطمینان ہے"

اس معنی کی مثال یہ ہے: جاءت القطا عرفا ³ ترجمہ: "کوئی جنڈر جنڈ آئیں"

دوسرے معنی بیان کرتے ہوئے ابن فارس نے یہ مثال بیان کی ہے :

عرف فلان فلانا عرفا نا معرفة ⁴ ترجمہ: "فلاں شخص نے فلاں کو خوب اطمینان کی حد تک پہچان لیا"

گویا لفظ عرف کے معنی میں خوب جان پہچان کی خصوصیت پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "رجل عروف" اس شخص کو کہتے ہیں جو خوب جان پہچان والا ہو۔ اسی طرح

عربی میں کہتے ہیں عرفتہ زید ایں نے اسے زید کے بارے میں اچھی طرح بتا دیا۔ ⁵

علم و معرفت اور جان پہچان :

عرف یگرف عرفان کے لغوی معنی جانے کے ہیں اور اسی سے معرفت ہے جیسا کہ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ تفکر و تدبر کے ساتھ کسی چیز کو اچھی طرح جانا معرف کہلاتا ہے۔

عرف: المعرفة والعرفان إدراك الشيء عيشه و تدبر الاثر و هو أخص من العلم ⁶

ترجمہ: "عرف: معرفت اور عرفان کسی شے کو اس کے اثر کی وجہ سے خوب غور و فکر کے ساتھ جان لینے کا نام ہے اور یہ علم سے زیادہ خاص ہے"

عرف کے قرآنی اطلاعات:

قرآن مجید میں اس کا ذکر یوں ہے :

وَأَطْهَرْهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرْفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ⁷

ترجمہ: "اور اللہ نے نبی ﷺ کو اس (اٹھائے راز) کی اطلاع دی تو نبی ﷺ نے اس پر کسی حد تک (اس بیوی کو) خبردار کیا اور کسی حد تک در گزر کیا"

و سری جگہ ارشاد ہے: يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَتَّبِعُونَهُم ⁸

ترجمہ: "وہ آپ ﷺ کو ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں"

پس عرف کے معانی میں جان پہچان، معرفت، ادراک وغیرہ پائے جاتے ہیں۔

پسندیدہ فعل:

عرف اور معروف پسندیدہ افعال کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں جیسا کہ لسان العرب میں ہے :

العرف ضد النکر، وبو کل ماتعرفه النقوص من الخير وتبأبه وتطمئن إلیه، والمعروف مايستحسن من الأفعال⁹

ترجمہ: ”عرف نکر کی ضد ہے اور اس سے مراد وہ تمام اعمال خیر ہیں جن سے نفس انسانی شناسا اور مطمئن ہو جائے اور معروف پسندیدہ افعال کو کہتے ہیں“

قرآن مجید میں ارشاد ہے :

وَأَمْرٌ بِالْعِرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجُنُبِينَ¹⁰ ترجمہ: ”اور معروف کی تلقین کیے جاؤ اور جاہلوں سے نہ الجھو“

اس آیت میں معروف سے مراد پسندیدہ افعال ہیں۔ امام جصاص اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

المعروف هو ما حسن في العقل فعله ولم يكن منكرا عند ذوى العقول الصحيحة¹¹

ترجمہ: ”معروف وہ کام ہے جس کا رکنا عقلی طور پر پسندیدہ اور مطلوب ہو اور صحیح العقل لوگوں کے ہاں وہ ناپسندیدہ نہ ہو“

امام رازی اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں :

بُو كُلْ أَمْرٌ عَرْفٌ أَنَّهُ لَا يَدْمَنُ الْإِتِيَانَ بِهِ وَأَنْ وَجْهَهُ خَيْرٌ مِّنْ عَدَمِهِ¹²

ترجمہ: ”معروف ہر وہ امر ہے جس کے بارے میں معروف ہو کہ اس کا نجام دینا ضروری اور یہ کہ اس کا وجود اس کے عدم سے بہتر ہوتا ہے“

جس طرح معروف منکر کی ضد ہے اسی طرف عرف نکر کی ضد ہے۔ قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ معروف سے مراد پسندیدہ اعمال و افعال ہیں جیسا کہ درج ذیل آیات سے مزید وضاحت ہوتی ہے :

وَقُلْنَ قَوْلًا مَغْرُوفًا¹³ ترجمہ: ”اور ان سے اپنے طریقے سے بات کرو“

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: بِتَمْرُذَنِ بِالْمَغْرُوفِ وَتَحْوَنَ عَنِ الْمُنْكَرِ¹⁴

ترجمہ: ”تم پسندیدہ باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے منع کرتے ہو“

چنانچہ عرف اور معروف ہر وہ بات ہے جسے نفس انسانی اچھا سمجھے اور عقل اور شریعت میں بھی وہ پسندیدہ ہو جیسا کہ امام راغب اس کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

الْمَعْرُوفُ اَسْمَ كُلِّ فَعْلٍ يُعْرَفُ بِالْعُقْلِ اَوَالشَّرِعِ صَنْهُ¹⁵

ترجمہ: ”معروف ہر اس چیز کا نام ہے جس کی خوبی عقل یا شریعت کے باعث پسند کی جائے“

عادت کا معنی و مفہوم :

عرف اور عادت دو مختلف فنی اصطلاحات ہیں تاہم وہ تنویر اور اختلاف کے طور پر بھی استعمال ہوتی ہیں اور عرف و عادت ترکیب کے طور پر ایک مرکب ہے۔

عادت کا لغوی معنی :

لغوی طور پر عادت کا اطلاق کسی چیز کے بار بار لوٹ آنے پر ہوتا ہے۔ عادت کا لفظ ”عود“ سے بنائے جس کا معنی ”لوٹنا“ ہے۔ عادی یہ تعود اکا معنی ”لوٹنا“ ہے جیسا کہ محاورہ

کہا جاتا ہے (رجعت عودی علی بدنبی) ”یعنی میں جس طرح آیا سی طرح لوٹ گیا۔“ لسان العرب میں عادت کے بھی معنی بیان کیے گئے ہیں۔¹⁶

استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَهُوَ الَّذِي يَبْدُوا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِنِّدُهُ¹⁷⁶

ترجمہ: ”وہی ذات ہے جس نے تخلیق کی ابتداء کی پھر اسی کی طرف لوٹا ہے“

ابن امیر الحاج نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا ہے کہ عادت سے مراد وہ امور ہیں جو بغیر کسی عقلی تعلق کے بار بار کیے جاتے ہیں۔¹⁸

المُجْمَعُ الْوَسِيْطُ میں عادت کا معنی ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: کل ما عتید حتی صار فعل من غیر جهد¹⁹

ترجمہ: ”ہر وہ عمل جو بغیر کسی کوشش کے خود بخود ہو رہا ہو“

اس کا دوسرا معنی یہ بیان کیا گیا ہے :

الحالۃ تکرر علی نہج واحد²⁰ ترجمہ: ”وہ حالت جو بار بار ایک ہی طریقہ پر وقوع پذیر ہو“

امام راغب اصفہانی عادت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

العادۃ اسما لتکریر الفعل والانفعال حتی یصیر ذلک سہلاً تعاطیہ کالطبع ولذلک قبیل العادۃ طبیعة ثانیة²¹

ترجمہ: ”عادت اس فعل کا نام ہے جو بار بار کرنے اور ہونے سے ایسے آسان ہو جائے جیسے طبیعت ہوتی ہے، اس لیے عادت کو فطرت ثانیہ بھی کہا جاتا ہے“

ان تمام معانی سے معلوم ہوتا ہے کہ عادت کے لغوی طور پر دو معانی مشہور ہیں :

۱۔ لوٹنا ۲۔ کسی عمل کو بار بار دہرانا

عرف و عادت کا باہمی تعلق :

ماہرین، قانون اسلامی اور اصولیین کے عرف و عادت کے مابین پائے جانے والے تعلق کے بارے میں تین اقوال ہیں :

اصولیین کا پہلا موقوف یہ ہے کہ عرف و عادت کے درمیان کوئی خاص فرق نہیں اور یہ دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہ رائے ان اصولیین و فقہاء کی ہے جنہوں نے ان دونوں کی ایک ہی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے :

العادة والعرف ما مستقر في النفوس وتلقته الطباع السليمة بالقبول²²

ترجمہ: ”یعنی عرف و عادت وہ ہے جو نفوس میں راسخ ہو جائے اور سلیم طبیعتوں کے لیے قابل قبول ہو“

ابن عابدین²³ کی رائے بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ عرف و عادت ایک ہی چیز کے دونام ہیں۔ وہ فرماتے ہیں :

فالعادة والعرف بمعنى واحد من حيث المصدق، وإن اختلفا من حيث المفهوم²³

ترجمہ: ”عرف و عادت اپنے مصدق کے مطابق ہم معنی ہیں جبکہ مفہوم میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں“

محمد الحضر حسین بھی عرف و عادت کو ایک ہی مفہوم میں خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

العرف والعادة ما يغلب على الناس من قول أو فعل أو ترك²⁴

ترجمہ: ”عرف و عادت وہ ہے جو لوگوں میں غالب ہو خواہ قول میں یا فعل میں یا ان کے ترک و اجتناب میں“

استاد عبدالوہاب خلاف کے خیال میں بھی عرف و عادت کی ایک ہی تعریف ہے۔ جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے :

العرف والعادة في لسان الشرعيين لفظان مترادفان معناهما واحد²⁵

ترجمہ: ”عرف و عادت ماہرین شریعت کی زبان میں دو مترادف الفاظ ہیں جن کا ایک ہی معنی ہے“

عرف و عادت بطور فقہی ماغذ قانون

فقہاء نے اپنے مکتبہ فکر کے اصول و کلیات کو مدنظر رکھتے ہوئے فقہی قواعد کی ترتیب اور تعداد متعین کی ہے۔ اس طرح کچھ قواعد مخصوص فقہی مذاہب میں پائے جاتے ہیں جبکہ کچھ دیگر میں نہیں۔ تاہم بعض قواعد ایسے بھی ہیں جو تمام مذاہب میں معتبر اور مستند سمجھے جاتے ہیں، جنہیں قواعد کلیہ کہا جاتا ہے۔ ان کی تعداد بعض علماء کے ہاں پانچ اور بعض کے ہاں چھ ہے۔

یہ قواعد کلیہ ائمہ ارجمند کے اصول اجتہاد میں خاص اہمیت رکھتے ہیں، جن میں سے ایک معروف قاعدہ "العادۃ الحکمة" ہے۔ یہ قاعدہ اتنا معتبر سمجھا جاتا ہے کہ قواعد کلیہ کی مختصر فہرست میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ فقہی احکام میں حالات، زمانہ اور معاشرتی روانج (عرف و عادت) کی رعایت ایک قابل اعتماد اصول ہے۔

ایسے قواعد جن کی بنیاد عرف و عادت پر رکھی گئی ہے، ان پر تفصیلی بحث مجلہ الأحكام العدلیۃ کی دفعات 36 تا 45 میں ملتی ہے، جبکہ ان ٹھیم نے بھی اپنی کتاب الأشیاء والظائر میں اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے۔

عرف و عادت پر مبنی قواعد درج ذیل ہیں:²⁶

- ۱ العادۃ الحکمة عادت اور معمولات شرعی حکم کے قیام کی بنیاد بن سکتے ہیں۔
- ۲ الحقيقة تشرک بدلالة العادۃ عادت کی دلالت کرنے پر حقیقت کو ترک کر دیا جائے گا۔
- ۳ إِسْتِغْنَالُ النَّاسِ بِحِسْبَحُ الْعَمَلِ عَامَ لَوْگُوں کا عملی رواج بھی عمل کے لیے واجب الاطاعت ہے۔
- ۴ الْمُمْتَنَعُ عَادَۃً كَمُمْتَنَعٍ حَقْقِیَّةً جو کام عادت کے اعتبار سے منع ہو گا وہ حقیقی منوع کی طرح سمجھا جائے گا۔
- ۵ لَا يَنْكُرْ تَغْيِيرُ الْأَحْكَامِ تَغْيِيرُ الزَّمَانِ زمانے کے تبدیل ہو جانے سے احکامات کے بدال جانے کا انتظار نہیں کیا جاسکتا۔
- ۶ إِنَّمَا تَغْيِيرُ العادۃ إِذَا أَظْرِدَتْ أَوْ غُلِبَتْ عادت کا تب معتبر ہو گی جب کلی ہو یا وہ غلبہ پاچکی ہو۔
- ۷ الْغَرَرُ قُلْغَرَرِ الْأَثَابِ الْأَثَابِ لِلِّتَادِ وَهُوَ عادت قابلی اعتبار ہو گی جو عام ہو چکی ہو، نادر الوقوع صورت قابل اعتبار نہ ہو گی۔
- ۸ الْغَرُوفُ عَرْفًا كَالْمُشْرُوطِ شرط عادت میں مشور شہ ایسے ہے جیسے کوئی ط شدہ شرط۔
- ۹ الْغَرُوفُ بَيْنَ الْجَارَ كَالْمُشْرُوطِ يَنْهَمُ تجارتے ہیاں جو بات عرف کا درج پاچکی ہو وہ بمنزلہ شرط متصور ہو گی۔
- ۱۰ الشَّعْبَيْنُ بِالْحَرْفِ كَ الشَّعْبَيْنِ بِالْحَسْنِ عادت کے ذریعے کسی چیز کا تعین ایسا ہی سمجھا جائے گا جیسا کہ نص کے ساتھ اسے تعین کیا گیا ہو۔

فقہاء کے نزدیک عرف و عادت

اسلامی فقہ میں اجتہاد اور عوای روانج (عرف) کی اہمیت پر اکثریت علماء متفق ہے، تاہم گوان کے اطلاق اور اس کی شرائط کے حوالے سے کچھ اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں، مذہب احناف کے علماء کے مختلف نقطے نظر درج ذیل ہیں

اعتبار العادة والعرف یرجح ایسے فی الفقه فی مسائل کثیرہ حتی جعلوا ذلک آصلًا 27

(حقیقت یہ ہے کہ عام روانہ اور معاشرتی عادات کی بنیاد پر کئی شرعی احکام قائم ہیں، اور بعض فقهاء نے اسے احکام کے اصل مصادر میں شمار کیا ہے)۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عرف شرعی مسائل کے استنباط کے لیے ایک معتبر فقیہی معيار ہے۔ اسی طرح آپ کے بعض شاگرد اور فقیہی مأخذ بھی اسی رائے کے حامل ہیں۔ الیہری اپنی کتاب شرح الاشباد والنظائر میں بیان کرتے ہیں کہ جوبات عرف سے ثابت ہو جائے، وہ شرعی دلیل کے برابر صحیحی جاتی ہے۔ امام سرخی بھی اس کی تائید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی مسئلہ عرف کے مطابق ثابت ہو جائے تو گویا وہ نص کے ذریعے ثابت ہوا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ نص کی غیر موجودگی میں بھی عرف کو اتنی ہی حیثیت حاصل ہے کہ اسے بطور معتبر دلیل تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

قبل از اسلام عورت کی حیثیت اور معاشرے کا عرف :

دنیا کے مختلف معاشروں میں بنیادی خرابی اس امر سے پیدا ہوئی کہ عورت اور مرد کے درمیان تخلیقی طور پر امتیاز رکھا گیا اور عورت کو سماہیشہ کم تر اور کم اہم سمجھا گیا جبکہ مرد تر اور اہم حیثیت کا حامل رہا۔ یہی وجہ تھی کہ قبل از اسلام عورت کو اس کے بنیادی انسانی حقوق سے بھی محروم رکھا گیا، ظلم کی انتہا یہ تھی کہ لڑکی کو پیدا ہوتے ہی زندہ در گور کر دیا جاتا تھا، کیوں کہ اس کی پیدائش نہ صرف منہوس تصور کی جاتی تھی بلکہ باعث ذلت سمجھی جاتی تھی۔ قرآن مجید نے اس بھی انک منظر کی یوں عکاسی کی ہے :

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثِيِّ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَازِي مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْءِ مَا بُشِّرَ بِهِ، أَيْمُسِكُهُ عَلَيْهِ هُوْنٌ أُمْ يَدْسُهُ فِي التُّرَابِ 28

ترجمہ: "اور جب ان میں سے کسی کو بیوی کے پیدا ہونے کی خبر ملتی ہے تو اس کا چہرہ غم کے سبب کالا پڑ جاتا ہے اور اس کے دل کو دیکھو تو وہ اندوہنا کہ ہو جاتا ہے اور اس جز کی وجہ سے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اور سوچتا ہے کہ آیا ذلت برداشت کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں دفنادے"

دلچسپ امر یہ ہے کہ ایک طرف تو بعض عربوں کے یہاں یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اور ان کی سفارش سے مشکلات حل ہوتی ہیں، تو دوسرا طرف وہ انہی بیٹیوں سے نجات حاصل کرنے کے درپے رہتے اور انہیں شدید ذہنی، اخلاقی اور جسمانی دباؤ میں رکھتے۔ قرآن حکیم نے ان کے اس رویے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا :

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًا وَهُوَ كَظِيمٌ 29

ترجمہ: "اور جب ان میں سے کسی کو اس چیز کی خوشخبری دی جاتی ہے، جو انہوں نے اللہ کے لیے بیان کی ہے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے" دارمی کی ایک معروف روایت میں ہے جس میں ایک شخص نے بتایا کہ وہ زمانہ جاہلیت میں کس طرح اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کرتے تھے 30

قبیلہ بنی تمیم کے رئیس قیس بن عاصم جب اسلام لائے تو انہوں نے بھی لڑکیوں کو زندہ در گور کرنے کا اپنا واقعہ سنایا۔ تفسیر ابن جریر میں ہے :

عن قتادة، قال : جاء قيس بن عاصم التميمي إلى النبي ﷺ فقال : إنِّي وأدت ثمانى بنات في الجابية، قال، فاعتبر عن كل واحدة جدنة 31

ترجمہ: "قتادة روایت کرتے ہیں کہ قیس بن عاصم آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے آٹھ لڑکیاں زندہ دفن کی ہیں زمانہ جاہلیت میں، آپ ﷺ نے فرمایا ہر لڑکی کے کفارہ میں ایک اونٹ قربانی کرو"

عربوں میں مرد کے لیے عورتوں کی کوئی قید نہ تھی، بھیڑ بکریوں کی طرح جنہی چاہتا، عورتوں کو شادی کے بندھن میں باندھ لیتا تھا۔ کتب احادیث میں ان اشخاص کا ذکر موجود ہے جو قبول اسلام سے پہلے چار سے زیادہ بیویاں رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے :

عن حارث بن قیس قال: اسلمت وعندی ثمان نسوة، فذكرت ذلك النبي ﷺ، فقال النبي ﷺ، اخر منهن اربعاء 32

ترجمہ: "حارث بن قیس کہتے ہیں کہ میں اسلام لایا تو میری آٹھ بیویاں تھیں، میں نے بنی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے چار کو اختیار کرلو

عربوں میں عورتوں اور بچوں کو میراث سے ویسے ہی محروم رکھا جاتا تھا اور لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ میراث کا حق صرف ان مردوں کو پہنچتا ہے جو لڑنے اور کنبے کی حفاظت کرنے کے قابل ہوں، اس کے علاوہ مرنے والوں کے وارثوں میں جو زیادہ طاقت و رواز اور بااثر ہوتا تھا وہ بلا تام ساری میراث سمیٹ لیتا تھا۔ عبد الرحمن خان صاحب کے بقول:

”

بلاد عرب کے حالات بھی یورپ سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھے، وہاں بھی عورتیں دوسرے مال منقولہ کی طرح مرد کی ملکیت سمجھی جاتی تھی، اس کی حیثیت بالکل چوپانیوں کی سی تھی اور چوپانیوں کے ساتھ ہی اکثر جہیز میں دی جاتی تھی، اسے محض لذت کشی کا آرل تصور کیا جاتا تھا، ناجائز تعلقات کی وسعت کی وجہ سے موجودہ یورپ کی طرح وہاں کا نظام بھی درہم برہم ہو چکا تھا، ان کا طرزِ نکاح بے غیرتی کا پورا آئینہ تھا۔³³

عرب میں عورت کو ذمیل کرنے اور اسے نگ کرنے کے لیے ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو گھر سے نکالنا پاہتا تو ایسے نکالتا کہ نہ اسے طلاق یعنی آزادی دیتا اور نہ ہی گھر میں بحیثیت بیوی کے اپنے پاس رکھتا، جناب عبدالصمد صارم کے بقول:

”عرب میں عورت ایک شے قابل استعمال سمجھی جاتی تھی، تعداد ازدواج کی کوئی حد مقرر نہ تھی، بعض شریر، عورتوں کو برسوں معلقہ کر کے رکھتے تھے، ترک میں عورت کا کوئی حق نہ تھا، وہ کسی چیز کی مالک نہ تھی“³⁴

قرآن عظیم کی درج آیت ایسے ہی موقع کے بارے میں تری ہے:

فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمُيْلِ فَتَنَذَرُوهَا كَالْمُعْلَفَةِ³⁵

ترجمہ: ”اسے معلق نہ رکھو یا تو اچھی طرح حسن معاشرت کرو یا اچھی طرح رخصت کر دو“

متندرک حاکم میں بھی ایک روایت مذکورہ بالارسم کے ثبوت میں ملتی ہے:

عرب معاشرے میں بالشبہ بعض اوقات عورت کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہو جاتا تھا لیکن مجموعی طور پر وہ کبھی بھی حاکم یا مالک نہ بن سکتی تھی بلکہ اپنی زندگی کے سفر کا فیصلہ بھی خود نہ کر سکتی تھی، مولانا صافی الرحمن مبارک پوری نے اس حوالے سے خوبصورت عکاسی کی ہے۔ لکھتے ہیں:

”بس اوقات عورت چاہتی تو قابل کو صلح کے لیے اکٹھا کر دیتی اور چاہتی تو ان کے درمیان جنگ اور خونزیزی کے شعلے بھڑکا دیتی، لیکن ان سب کے باوجود بلاذراع مرد ہی کو خاندان کا سر برہا مانا جاتا تھا اور اس کی بات فیصلہ کن ہوا کرتی تھی..... عورت کو یہ حق نہ تھا کہ ان (اولیاء) کی ولائت کے بغیر اپنے طور پر اپنا نکاح کر لے“³⁶

ان کی جاہلناہ رسم میں سے ایک رسم ایسی بھی تھی جس سے عورت کی بے بی کے ساتھ ساتھ اس پر بد اعتمادی کا کھلا اظہار ہوتا ہے، وہ رسم یہ تھی کہ جب کوئی سفر پر جاتا تو ایک دھاگا کسی درخت کی ٹہنی کے ساتھ باندھ دیتا یا اس کے تنے کے ارد گرد لپیٹ دیتا، جب سفر سے واپس آتا تو اس دھاگے کو دیکھتا، اگر وہ صحیح سلامت ہوتا تو وہ سمجھتا کہ اس کی بیوی نے اس کی غیر حاضری میں کوئی خیانت نہیں کی اور اگر وہ اسے ٹوٹا ہوا یا کھلا ہوا اپنا تو نکیاں کرتا کہ اس کی بیوی نے اس کی غیر حاضری میں بد کاری کا ارتکاب کیا ہے، اس دھاگے کو ”الرتم“ کہا جاتا۔³⁷

اسلام میں عورت کا مقام:

خطبہ جیۃ الوداع جو انسانی حقوق کا بنیادی اور عالمی منشور ہے، اس میں آپ نے خواتین کے حقوق ادا کرنے کی خاص تاکید فرمائی، یہ خطبہ پیغمبر علیہ السلام کی زندگی کے آخری حصے میں پیش کیا گیا اور یہ تمثیل اسلامی تعلیمات کا نچوڑ سمجھا جاتا ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

استوصوا

خیراً فإنهن

بالنساء

عندكم

عوان ليس تملكون مهن شيئاً غير ذلك إلا أن يأتين بفاحشة مبينة فإن فعلن فاهجروهن في المضاجع واضربوهن ضرباً غير مبرح فإن أطعنكم فلا تبغوا عليهم سبيلاً إن لكم من نسائكم حقاً ولنسائكم عليكم حقاً فاما حقكم على نسائكم فلا يوطئن فرشكم من تكرهون ولا يأذن في بيوتكم ملئ تكرهون ألا وحقهن عليكم أن تحسنوا إليهن في كسوتهن وطعامهن³⁸

ترجمہ: ”عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے بارے میں میری وصیت کو قبول کرو۔ وہ تمہارے بھائی میں ہیں۔ تم کو اس کے علاوہ ان پر کوئی اختیار نہیں۔ مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کے ساتھ آئیں۔ پھر اگر وہ ایسا کریں تو ان کو اتنا مار جو تکلیف دہنہ ہو۔ پھر اگر وہ تمہاری تابعداری کریں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ بے شک تمہارے لئے تمہاری عورتوں میں سے حق ہے اور تمہاری عورتوں کے لئے تم پر حق ہے۔ جہاں تک تمہاری عورتوں پر تمہارا حق ہے وہ تمہارے بیت کو نہ روندوں ائیں، جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ اور تمہارے گھروں میں اس شخص کو اجازت نہ دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔ خبردار رہو اور ان عورتوں کا حق تم پر ہے کہ تم ان کے ساتھ ان کے پہنچنے اور ان کے کھانے میں احسان کرو۔“

فلسفہ حقوق، اسلامی نقطہ نظر اور مغرب:

اسلام نے مغرب سے کئی سو سال پہلے انسانوں کو ان کے جائز حقوق اور اپنے فرائض ادا کرنے کا حکم دیا۔ مغربی دنیا میں ”میگنا کارٹا“ انسانی حقوق کی پہلی باضابطہ دستاویز تھی۔ جس میں بادشاہوں اور جاگیرداروں کے علاوہ کچھ عام لوگوں کے حقوق بھی مقرر کئے گئے۔ انقلاب فرانس (۱۷۸۹ء) کے نتیجے میں تیار ہونے والی دستاویز ”انسانی حقوق کا اعلامیہ (Declaration of the rights of man)“ اس سلسلہ کی دوسری دستاویز ہے۔ جس کی رو سے تمام اختیارات معاشرہ کو منتقل ہو چکے ہیں۔ معاشرہ یا اس کے منتخب نمائندے با اختیار ہوں گے۔ اقوام متحده کا انسانی حقوق کا چارٹر تیسرا اہم دستاویز ہے۔ ”میگنا کارٹا“ مغرب میں انسانی حقوق کا آغاز تھا جبکہ اقوام متحده میں انسانی حقوق کا انتظام ہے۔ میگنا کارٹا ۱۲۱۵ء میں پیش ہوئی جبکہ اقوام متحده کا چارٹر برائے انسانی حقوق ۱۹۳۸ء میں منظور ہوا مغربی انسانی حقوق کی تاریخ صرف سات صدیوں پر محیط ہے۔

ڈاکٹر سلیمان بن عبد الرحمن الحقیل ”اسلام میں حقوق کی حیثیت“ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”كتاب الله او رسالت رسول الله میں بیان شدہ انسانی حقوق ابدی ہیں وہ تراش خراش اور تمیم و تنفس اور اتوکو قبول نہیں کرتے۔ وہ ایسے حقوق ہیں جنہیں اللہ نے مشروع کیا ہے کسی بشر کو خواہ وہ کوئی بھی ہو یہ حق نہیں کہ وہ انہیں م uphol کرے یا انہیں پماں کرے اور نہ ہی ان کی ذاتی حفاظت ساقط ہو سکتی ہے۔ نہ تو کسی فرد کے دست بردار ہونے کے ارادے سے اور نہ ہی تنظیموں کی شکل میں موجود معاشرے کی مرخصی سے۔ ان کا مراجع خواہ کیسا ہو اور خواہ قوتیں انہیں کیا سمجھیں ہوں“³⁹

عورتوں کے حقوق کے تعین میں عرف و عادات کی تاثیر

انسانی تاریخ کے مختلف ادوار میں عورتوں کے حقوق کا تعین صرف قانونی نظاموں یا مذہبی تعلیمات کے ذریعے نہیں ہوا بلکہ معاشرتی رسم و رواج، عرف اور عادات نے بھی اس میں گہرا اثر ڈالا ہے۔ معاشروں میں عورت کے مقام، اس کے حقوق و فرائض اور اس کے کردار کا تصور انہی روایتی اقدار سے جنم لیتا رہا ہے جو نسل در نسل منتقل ہوتی رہی ہیں۔ یہی عرف و عادات اکثر عورت کی تعلیم، روزگار، جائیداد کے حقوق اور سماجی شرکت کی حدود طے کرتی ہیں۔ اس لیے یہ سمجھناہیات اہم ہے کہ رسم و رواج عورتوں کے حقوق کے تعین میں کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں اور یہ اثرات معاشرتی ترقی یا پسمندگی میں کیا کردار ادا کرتے ہیں۔

تاریخی پس منظر

قدیم زمانے میں جب قوانین کی تدوین نہیں ہوئی تھی تو معاشرتی نظم و ضبط کا انحصار رسم و رواج پر تھا۔ انہی عرفی اصولوں کے تحت مردوں عورت کے حقوق و فرائض طے کیے جاتے تھے۔ مثال کے طور پر قدیم روم میں Patria Potestas کے قانون کے تحت مرد کو خاندان پر مکمل اختیار حاصل تھا اور عورت کو خود مختاری کے محدود موقع میسر تھے۔ اسی طرح قبل از اسلام عرب معاشرہ قبائلی روایات کے تالع تھا، جہاں عورت کو رواشت اور جائیداد میں کوئی حق حاصل نہ تھا اور اسے محض ایک مرد کی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔

وقت کے ساتھ مذہبی اور فکری تحریکوں نے ان غیر منصفانہ روایات کو چیلنج کیا۔ اسلام، عیسائیت اور دیگر مذاہب نے عورت کے مقام کو از سر نو متعین کیا، مگر اکثر اوقات مذہبی تعلیمات کے باوجود سماجی رسم و رواج نے ان حقوق کے عملی نفاذ کو محدود رکھا۔ بھی تعداد آج بھی کئی معاشروں میں خواتین کے مسائل کی جڑ ہے۔

رسم و رواج کا دوہر اکردار

رسم و رواج بذاتِ خود ظلم یا امتیاز کا ذریعہ نہیں ہوتے؛ یہ معاشرتی سیاق و سبق کے مطابق ثابت یا منفی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ کئی قدیم معاشروں میں عورت کو نمایاں سماجی اور روحانی حیثیت حاصل تھی۔ مثلاً افریقہ کے اکان (Akan) یا شناہی امریکا کے آئرو کوئیس (Iroquois) قبائل میں نسب کا سلسلہ ماں سے چلتا تھا اور عورتوں کو معاشرتی فیصلوں میں کلیدی کردار حاصل تھا۔

اس کے برعکس، پدرشاہی (Patriarchal) معاشروں میں انہی رسم و رواج کو عورتوں کے خلاف امتیاز کے طور پر استعمال کیا گیا۔ جہیز، پرده، کم عمری میں شادی، اور لڑکوں کو ترجیح دینے جیسے رواج ایسے ہیں جو عورتوں کو تعلیم، معاشری خود مختاری اور فیصلہ سازی سے محروم رکھتے ہیں۔ اس طرح کی روایات، اگرچہ ثقافتی ورثے کے نام پر جاری ہیں، درحقیقت صنفی نابرابری کو مضبوط کرتی ہیں۔⁴⁰

قانونی و سیاسی حقوق پر اثرات

دنیا کے کئی ممالک میں جدید قوانین کے باوجود عرفی نظام قانون (Customary Law) اب بھی طاقتور حیثیت رکھتا ہے۔ خاص طور پر افریقہ اور جنوبی ایشیا میں روایتی قوانین نکاح، طلاق، اور وراثت کے معاملات پر غالب ہیں۔ اس دوہری قانونی صورتِ حال میں عورت کو اکثر انصاف سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ پاکستان، بھارت اور بھگلہ دیش جیسے ممالک میں دیہی علاقوں کے جرگے اور پنچاہیں اکثر ریاستی عدالتوں سے زیادہ مؤثر سمجھی جاتی ہیں، لیکن ان کے فیصلے عموماً عورتوں کے نیادی حقوق کے خلاف ہوتے ہیں۔ ان میں ”عزت“، ”روایت“ اور ”غیرت“ کو قانونی انصاف پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اگرچہ ان نظاموں کو ثقافتی ورثہ قرار دیا جاتا ہے، مگر یہ بین الاقوامی انسانی حقوق کے اصولوں اور ملکی آئین کی روح سے متصادم ہیں۔

ثقافتی تصورات اور صنفی کرداروں کی تشكیل

رسم و رواج بچپن ہی سے لڑکے اور لڑکی کے کرداروں کو متعین کر دیتے ہیں۔ اکثر معاشروں میں لڑکیوں کو اطاعت گزار، نرم مزاج اور گھر بیوکاموں کے لیے تیار کیا جاتا ہے، جبکہ لڑکوں کو خود مختار، فیصلہ کن اور طاقتور سمجھا جاتا ہے۔ یہ سماجی تربیت عورتوں کی خود اعتمادی اور ترقی کی خواہش کو محدود کر دیتی ہے۔ کئی مشرقی، افریقی اور جنوبی ایشیائی ثقافتوں میں لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم یا ملازمت کو نامناسب سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح لباس، نقل و حرکت اور عوامی سرگرمیوں پر پابندیاں ”روایت“ کے نام پر مردانہ بالادستی کو قائم رکھتی ہیں۔⁴¹

مذہبی

تعلیمات اور عرفی رواج

یہ فرق سمجھنا نہ یہ ضروری ہے کہ مذہب اور رسم و رواج میں حدِ فاصل کہاں ہے۔ بہت سے ایسے مظالم جو عورتوں پر روار کھے جاتے ہیں، دراصل مذہب نہیں بلکہ شفافی عادات کا نتیجہ ہیں جنہیں مذہبی رنگ دے دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر اسلام نے عورت کو وراشت، تعلیم، اور روزگار کے حقوق صدیوں قبل عطا کیے، لیکن مسلم معاشروں میں قائم اور پدرشاہی روایات نے ان حقوق کو محدود کر دیا۔

اسی طرح ہندو معاشرے میں سنتی جیسی رسم یا عیسائی یورپ میں عورتوں کو جائیداد سے محروم رکھنا مذہب کی اصل تعلیمات نہیں بلکہ روایتی سماجی تصورات کا نتیجہ تھا۔ اس طرح ہر مذہب میں یہ مسئلہ رہا ہے کہ روایات نے مذہبی اصولوں کو اپنے مفاد میں ڈھال لیا۔

عصر حاضر کے چینچنگز اور اصلاحات

عالیٰ سطح پر تعلیم، میڈیا اور انسانی حقوق کی تحریکوں نے ان پر انے رسم و رواج کو چینچ کیا ہے جو عورتوں کے خلاف انتیاز کو فروغ دیتے ہیں۔ خواتین کی آزادی کی عالمی تحریکیں اور اقوام متحده کا معاهدہ CEDAW (Convention on the Elimination of All Forms of Discrimination Against Women) میں نمایاں مثالیں ہیں۔

افریقہ کے کئی ممالک نے وراشت سے متعلق قوانین میں ترمیم کر کے عورتوں کو برابر حقوق دیتے ہیں۔ جنوبی ایشیا میں جنیز، غیرت کے نام پر قتل، اور کم عمری کی شادی کے خلاف مہمات جاری ہیں۔ مشرق و سطی میں عورتوں کے حقوق کی تنظیمیں مذہبی و شفافی تصورات کی نئی تعبیرات پیش کر رہی ہیں تاکہ مساوات اور انصاف کے تقاضوں سے ہم آہنگ معاشرہ تشكیل دیا جاسکے۔

تاہم، ایسے اصلاحی اندامات کو اکثر قدامت پسند طبقات کی طرف سے مزاحمت کا سامنا ہوتا ہے، جو انہیں ”شفافی شناخت“ کے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہی کشمکش دراصل روایت اور جدیدیت کے درمیان جاری جدوجہد کی علامت ہے۔

تعلیم اور شعور کی اہمیت

تعلیم وہ بنیادی قوت ہے جو رسم و رواج کی منفی گرفت کو کمزور کر سکتی ہے۔ جب معاشرہ علم و شعور سے آرستہ ہوتا ہے تو وہ یہ فرق پہچاننے لگتا ہے کہ کون سی روایات شفافی شناخت کا حصہ ہیں اور کون سی صنفی انتیاز کو قائم رکھتی ہیں۔ تعلیم یا فاتحہ عورت اپنے حقوق کا بہتر دفاع کر سکتی ہے، اور بیداری کی مہمات سماج کو انصاف پر مبنی روایت سازی کی طرف لے جاسکتی ہیں۔⁴²

عورتوں کے حقوق کے سلسلے میں عرف و عادات کے ثبت اثرات عرف و عادات انسانی معاشروں کی تشكیل میں ہمیشہ ایک اہم کردار ادا کرتے آئے ہیں۔ یہ وہ فرمیں ورک ہیں جن کے ذریعے اخلاقی اقدار، سماجی رویے، اور اجتماعی اصول ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتے ہیں۔ اگرچہ اکثر روایات اور عادات پر تقدیم کی جاتی ہے کہ وہ صنفی عدم مساوات کو فروغ دیتی ہیں، لیکن یہ بھی اتنا ہی ضروری ہے کہ ہم ان کے ثبت پہلوؤں کو تسلیم کریں۔ خاص طور پر ان کے اس کردار کو جو عورتوں کے حقوق کے استحکام، تحفظ اور فروغ میں مدد دیتا ہے۔

بہت سی شفافی میں یہ عادات عورتوں کے وقار، اخلاقی تحفظ، اور سماجی شمولیت کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اس ثبت پہلو کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم دیکھیں کہ روایت اور شفافیت کس طرح قانونی اور ادارہ جاتی اندامات کے ساتھ مل کر صنفی برابری کو مضبوط بنائیں۔

1. عورت کی اخلاقی و سماجی عزت کا تحفظ

عرف و عادات کا سب سے بڑا ثبت اثر عورتوں کی اخلاقی اور سماجی عزت کے تحفظ میں نظر آتا ہے۔ بہت سے معاشروں میں شفافی اصول عورت کے احترام، اس کے تحفظ، اور اس کی عفت و عصمت کے خیال رکھنے پر زور دیتے ہیں۔

جنوبی ایشیا اور مشرق و سطحی کی روایات میں عورت کو خاندان کی عزت و غیرت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ یہ تصورات مردوں کو عورتوں کے ساتھ نرمی، عزت اور ادب سے پیش آنے کی ترغیب دیتے ہیں، اور معاشرتی حدود قائم کرتے ہیں جو بد تیزی اور استھصال سے روکتی ہیں۔ مزید برآں، جب پر دے، خاندانی ڈھانچے، اور باہمی احترام جیسے روایتی اصول توازن کے ساتھ اپنائے جائیں تو وہ اخلاقی نظم و ضبط اور باو قار سماجی ماحول کو فروغ دیتے ہیں۔ اس طرح عورت کو محض اقتصادی یا جسمانی وجود کے بجائے ایک اخلاقی و سماجی تدریک طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔

خاندانی اور سماجی ڈھانچے کے ذریعے تحفظ

روایات سے وابستہ خاندانی اور برادری پر مبنی نظام عورتوں کو تحفظ اور استھکام فراہم کرتے ہیں۔ کئی معاشروں میں عورت کو سچ خاندانی نیٹ ورک کا سہارا حاصل ہوتا ہے جو اسے مالی مدد، جذبائی سہارا، اور معاشرتی تحفظ فراہم کرتا ہے۔

جنوبی ایشیا کے روایتی مشترک کے خاندانی نظام میں عورت کو زچگی کے دوران دلکھ بھال، بیوگی میں سہارا، اور بچوں کی پرورش میں مدد حاصل ہوتی ہے۔ خاندان کی بزرگ عورتیں نوجوان نسل کی رہنمائی کرتی ہیں، انہیں اخلاقی تعلیم دیتی ہیں، اور ان کے لیے تجربے کا خزانہ ہوتی ہیں۔ اگرچہ جدید معاشرہ انفرادیت پر زور دیتا ہے، پھر بھی روایتی خاندانی نظام عورتوں کے لیے ایک قدرتی سو شل سیکیورٹی کا کردار ادا کرتے ہیں۔

3. ثقافتی تسلسل میں عورت کا کردار

روایات عورت کو ثقافتی ورثے کی امین تسلیم کرتی ہیں۔ یہ کردار کسی پابندی کی علامت نہیں بلکہ اس کے فکری اور جذبائی اثر و رسوخ کا اعتراف ہے۔ عورتیں بچوں کو زبان، تہذیب، اور اخلاقی اقدار سکھاتی ہیں، تھوڑوں میں حصہ لیتی ہیں، اور روایتوں کو آگے بڑھاتی ہیں۔ اس طرح وہ معاشرے کی پہچان اور بھیجنی کو قائم کرتی ہیں۔ افریقیہ اور ایشیا کے کئی معاشروں میں عورتیں لوک روایات، شاعری، گیت، اور کہاوتون کی حافظہ ہیں۔ ان سرگرمیوں سے وہ استاد، مرتبی اور رہنمائی مقام حاصل کرتی ہیں، جس سے ان کی سماجی حیثیت اور عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔

4. ثقافت کے ذریعے با اختیاری (Empowerment)

روایات عورتوں کے لیے اختیارات اور خود مختاری کے منفرد راستے بھی فراہم کرتی ہیں۔ مثلاً روایتی دستکاری، کڑھائی، برتن سازی، اور زیورات بنانے جیسے ہنر عورتوں کو مالی آزادی دیتے ہیں، وہ بھی ایسے طریقے سے جو ثقافتی طور پر قابل قبول ہو۔ آج کئی دیہاتی علاقوں میں یہی روایتی ہنر عورتوں کے لیے آمدی کا ذریعہ اور خود اعتمادی کا باعث ہیں۔ اسی طرح مقامی رسموں، خواتین کی محفلتوں، اور نمہی انجمنوں کے ذریعے عورتوں کو اپنی آواز بلند کرنے، خاندانی تنازعات میں ثالثی کرنے، اور فیصلوں میں حصہ لینے کا موقع ملتا ہے۔

بعض مسلم، افریقی اور ایشیائی معاشروں میں یہی روایتیں تعلیم، وراثت، اور قانونی حقوق کے فروغ کی تحریکات میں ڈھل چکی ہیں۔

5. حقوق اور ثقافت کے درمیان توازن

حقوق
میں ایک

عورتوں کے
کے فروع

اہم پہلو شفاقتی مطابقت کا ہے۔

روایات اس بات میں مدد دیتی ہیں کہ عالمی انسانی حقوق کو مقامی سماجی شناخت کے ساتھ ہم آہنگ کیا جاسکے۔

جب عورتوں کے حقوق کو اس انداز میں سمجھا اور نافذ کیا جائے جو شفاقتی طور پر قابل قول ہو، تو وہ معاشرے میں زیادہ دیر پا اور موثر ثابت ہوتے ہیں۔
مثلاً اسلامی روایات میں عورت کے ساتھ عدل، احترام، اور شفقت کا درس دیا گیا ہے۔

جب معاشرتی رسمیں انہی اصولوں سے ہم آہنگ ہوں تو وہ عورتوں کے حقوق کو مضبوط کرتی ہیں۔

اسی طرح افریقی رسموں میں عورت کے وراثتی حقوق اور زمین کے استعمال کے اصولوں کو مقامی سلطنت پر نافذ کر کے انصاف کے جدید تصورات سے ہم آہنگ کیا گیا ہے۔

یوں روایت ایک پل (bridge) کا کردار ادا کر سکتی ہے جو جدید قانون اور سماجی قبولیت کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔

6. سماجی سیکھی اور باہمی ذمہ داری

عرف و عادت میں باہمی تعاون اور اجتماعی ذمہ داری کا تصور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ خصوصاً عورتوں کے لیے اس وقت مدد گار ثابت ہوتا ہے جب وہ بیماری، بیوگی یا مالی مشکلات میں مبتلا ہوں۔

روایتی دیہاتی معاشروں میں یہ سائے اور رشتہ دار کھانا بانٹنے ہیں، بچوں کی دیکھ بھال میں مدد دیتے ہیں، یا مشکل وقت میں سہارا بنتے ہیں۔
ایسے سماجی تعلقات عورت کے بوجھ کو کم کرتے ہیں اور جذباتی سکون فراہم کرتے ہیں۔

جدید انفرادی معاشروں میں اگرچہ قانون کی شکل میں حقوق دستیاب ہیں، مگر ایسی غیر رسمی سماجی مدد کی کمی عورتوں کو تباہی میں دھکیل دیتی ہے۔
لہذا روایت کے یہ پہلو معاشرتی بہبود کے قدرتی نظام کے طور پر کام کرتے ہیں۔⁴³

7. روحانی اور اخلاقی کردار کی پہچان

کئی مذاہب اور شفاقتیوں میں عورت کو روحانی اور اخلاقی مرکز مانا جاتا ہے۔

● مان، معلمہ، اور ناصحہ کے کردار میں عورت کو شفقت، دانائی اور پاکیزگی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

● اسلام، ہندو مت اور عیسائیت تینوں میں عورت کے تربیتی اور اخلاقی کردار کو بلند مقام دیا گیا ہے۔

● یہ کردار دراصل عورت کے سماجی اثر و رسوخ کا اعتراف ہیں، کیونکہ وہ اخلاقی معاشرے کی بنیاد رکھتی ہے۔

● جب ان روایات کو توازن اور عدل کے ساتھ سمجھا جائے تو یہ عورت کے لیے طاقت کا ذریعہ بن جاتی ہیں، نہ کہ پابندی کا۔

8. روایت اور جدیدیت کے درمیان توازن

● جدیدیت اگرچہ آزادی اور برابری لاتی ہے، لیکن اکثر اخلاقی خلا اور سماجی تباہی بھی پیدا کرتی ہے۔

● روایت اس خلا کو پور کرتی ہے اور حقوق کو اخلاقی بینادوں سے جوڑتی ہے۔

● عورتوں کے لیے اس کا مطلب ہے کہ ان کے حقوق احترام، ذمہ داری اور برابری کے احساس کے ساتھ منسلک رہیں۔

● شوہروں کے باہمی احترام، والدین کی خدمت، اور حیا جیسے تصورات جب متوازن انداز میں اپنائے جائیں تو وہ معاشرتی ہم آہنگی پیدا کرتے ہیں، عورت کو تحفظ دیتے ہیں، اور خاندان کو مستحکم رکھتے ہیں۔

● یوں روایت دراصل انسانی قدروں کی محافظہ ہے جو عورت کو محدود نہیں بلکہ معاشرے کو مہذب بناتی ہے۔

● عرف و عادت، اگر انہیں دانش اور انصاف کے ساتھ سمجھا جائے، تو وہ عورتوں کے حقوق کی مضبوط محافظ بن سکتی ہیں۔

- یہ اخلاقی تحفظ، سماجی استحکام، ثقافتی طاقت، اور احساسِ ابتوگی فراہم کرتی ہیں۔ وہ سب کچھ جو محض قانونی نظام نہیں دے سکتا۔
- چیزیں یہ نہیں کہ روایات کو ختم کیا جائے بلکہ یہ ہے کہ انہیں انسانی اقدار، خصوصاً برابری، وقار اور احترام کے اصولوں کے مطابق ڈھالا جائے۔
- جب روایات عورت کی انفرادیت اور کردار کو عزت دینے لگتی ہیں تو وہ دباؤ کا نہیں بلکہ طاقت اور وقار کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔
- یوں عورتوں کے حقوق کے سلسلے میں عرف و عادت کے ثابت اثرات جامد رسماں میں نہیں بلکہ اس زندہ اخلاقی بصیرت میں پوشیدہ ہیں جو انسانیت کو جوڑتی ہے اور عورت کو تہذیب کا ستون بناتی ہے۔

عرف و عادت کے منفی اثرات

1. غیرت کے نام پر قتل اور کاروکاری

غیرت کے نام پر قتل، جسے سندھ میں کاروکاری کہا جاتا ہے، ایک سماجی جرم ہے جس میں مرد یا عورت کو محض خاندان کی عزت بحال کرنے کے بہانے قتل کر دیا جاتا ہے، عموماً بغیر کسی ثبوت یا عدالتی کارروائی کے۔ اکثر کاروکاری کے مقدمات ذاتی دشمنیوں، زمین جائیداد کے بھگڑوں یا مردانہ برتری کے احساس سے جنم لیتے ہیں۔ مردانہ ازمات کو استعمال کر کے دشمنوں کو ختم کرنے یا عورتوں پر کنٹرول قائم رکھنے کا ذریعہ بناتے ہیں۔⁴⁴

2. جبری شادی اور زبردستی فروخت یا اسمگلنگ

دیکھی معاشروں میں عورتوں کو جبری شادی یا ونی اور سوارہ جیسے رسماں کے تحت معاوضے کے طور پر دیا جاتا ہے، جہاں لڑکی کو ملکیت سمجھا جاتا ہے۔ یہ عمل انسانی حقوق اور ملکی قانون دونوں کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

3. ازدواجی تعلقات میں شبہ کی بنیاد پر تشدید یا قتل

بے بنیاد شہباد کی وجہ سے عورتوں کو شدید تشدید یا قتل کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہ رویہ مردانہ تسلط پر منی اس سوچ کی عکاسی کرتا ہے جو عورت کو اعتماد، آزادی اور نجی زندگی کا حق نہیں دیتی۔

4. کاروکاری اور دیگر ازمات میں ملوث گروہوں کا کردار

قبیلائی سردار، جرگے اور بااثر افراد اکثر کاروکاری جیسے واقعات میں شامل ہوتے ہیں۔ یہ ادارے انصاف فراہم کرنے کے بجائے ظلم کو جائز قرار دے کر غیر قانونی فیصلوں کو مضبوط کرتے ہیں۔⁴⁵

5. ملوث کی بے گناہی ثابت کرنے کے روایتی طریقے

کاروکاری کے ازمات میں ملوث عورتوں سے قرآن پر حلف دلوانا، عوامی بے عزتی کرانا یا خطرناک رسماں سے گزارنا عام ہے۔ یہ تمام طریقے انصاف کے اصولوں سے متصادم اور غیر قانونی ہیں۔

6. سردار، جرگہ یا پنچایت کی غیر قانونی فیصلے سازی

نظام کو نظر انداز کر کے غیر قانونی فیصلے صادر کرتے ہیں۔ ان کے فیصلے خواتین کے حقوق کو پامال کرتے اور انصاف کے تصور کو کمزور بناتے ہیں۔ 7. کاروکاری کے نتیجے میں قتل، غلامی اور فروخت کے واقعات

جھوٹے ازمات کے بعد کئی عورتوں کو قتل کر دیا جاتا ہے، یا انہیں بطور تاوان فروخت کر دیا جاتا ہے۔ یہ واقعات دکھاتے ہیں کہ کیسے رسم و رواج کو مالی اور ذاتی مفادات کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

8. عورتوں اور ان کے رشتہ داروں پر سماجی دباؤ اور ازمات

کاروکاری کے مقدمات میں متأثرہ خاندان کو سماجی بیکاٹ، بدنامی اور ذہنی اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بے گناہ عورتیں قید یا تہائی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوتی ہیں، جبکہ ان کے الیخانہ معاشری نقصان اٹھاتے ہیں۔

9. وراثت کے حق سے محرومی

کئی خواتین کو خاندانی یا قبائلی دباؤ کے تحت ان کے شرعی حق وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے۔ بعض اوقات جائیداد کی تقسیم روکنے کے لیے عورتوں کو "کاری" "قرار دے دیا جاتا ہے یا انہیں شادی سے روکا جاتا ہے۔

جری یا زبردستی شادی

جری شادیوں کو عموماً خاندانی روایات یا قبیلائی معاہدوں کے نام پر جائز قرار دیا جاتا ہے۔ ایسی شادی عورت کی مرضی، آزادی اور انسانی وقار کی صریح خلاف ورزی ہوتی ہے۔⁴⁶

خلاصہ بحث

یہ ریسرچ عورت کے حقوق اور ان پر راجح رسوم و رواج کے اثرات کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجویزی مطالعہ ہے۔ انسانی تاریخ میں عورت نے مرد کے ساتھ معاشرتی ترقی میں بنیادی کردار ادا کیا، مگر اسے صفتی امتیاز، ناانصافی اور استھان کا سامنا بھی رہا۔ اسلام نے ان جاہلیہ رویوں کے بر عکس عورت کو عزت، آزادی، وراثت، تعلیم، شادی اور سماجی حیثیت کے جامع حقوق عطا کیے۔ تاہم پاکستانی معاشرت میں موجود رسمیں جیسے وہ سٹہ، کم عمری کی شادی، وراثت سے محرومی اور فیصلہ سازی سے دوری، ان اسلامی حقوق کے نفاذ میں بڑی روکاٹ ہیں۔

اس تحقیق کا مقصد یہ جانچنا تھا کہ عرف و رواج عورت کے حقوق کے فروغ یا روکاٹ میں کس حد تک کردار ادا کرتے ہیں، اور اسلام اس بارے میں کیا رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

ننانج کے مطابق چند رسوم عورت کے تحفظ میں جزوی مددگار ہیں، لیکن اکثریت ایسے روایوں پر مشتمل ہے جو عورت کے انسانی اور اسلامی حقوق کو پامال کرتے ہیں۔ عورت کو وراثت میں حصہ نہ دینا، تعلیم و روزگار سے محروم رکھنا اور ازدواجی فیصلوں میں بے دخل کرنا اسلام کی روح کے منافی ہے۔ اسلام نے عورت کو مساوات، عزت اور سماجی اختیار عطا کیا، جبکہ موجودہ رسوم ان اصولوں کو کمزور کرتی ہیں۔

تحقیق کے مطابق عورت کے حقیقی حقوق کی فراہمی کے لیے اسلامی اصولوں کو معاشرتی اور قانونی سطح پر نافذ کرنا ضروری ہے۔ غیر اسلامی رسومات کا خاتمه، قانون سازی میں بہتری، اور عوامی رویوں میں تبدیلی کے بغیر خواتین کے حقوق کا تحفظ ممکن نہیں۔ اس مقصد کے لیے دینی، تعلیمی اور ریاستی اداروں کو مشترکہ کر دار ادا کرنا ہو گا۔

ننانج

اسلامی نقطہ نظر سے تحقیق میں یہ بات سامنے آئی کہ اسلام نے عرف و عادت کو مکمل طور پر مسترد نہیں کیا بلکہ اسے انسانی معاشرتی زندگی کی ضرورت کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہی مباحثت میں عرف کو بطور مأخذ قانون تسلیم کیا جاتا ہے، تاہم شریعت نے یہ اصول بھی واضح کر دیا کہ کوئی بھی عرف شریعت کے بنیادی اصولوں اور احکام کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اس طرح ثابت اور مفید عرف کو اختیار کرنا اور منفی و باطل عرف کو ترک کرنا اسلامی تعلیمات کی روح ہے۔

مسلم معاشروں میں بالعموم اور بر صیغہ پاکستان کے تناظر میں بالخصوص عورت کے حقوق کے حوالے سے بعض غیر شرعی عرف و رسوم رائج ہیں۔ ان میں عورت کی جائیداد میں حق و راثت کی محرومی، جبری نکاح، ونی، کاروکاری اور غیرت کے نام پر قتل جیسی رسومات شامل ہیں۔ یہ تمام رواجات شریعت کے عین منافی ہیں اور عورت کے بنیادی انسانی و شرعی حقوق کی صریح خلاف ورزی ہیں۔

پاکستانی معاشرت میں خواتین کے حقوق کے سلسلے میں بہت سے ثبت اور منفی عرف پائے جاتے ہیں۔ ثبت عرف میں خاندانی نظام کا استحکام، عورت کے ساتھ عزت و تکریم کا بر تاذ اور بعض خطوں میں تعلیم کے فروع جیسے پہلو نمایاں ہیں۔ لیکن منفی عرف جیسے کاروکاری، غیرت کے نام پر قتل، کم عمری کی شادی، عورت کو جائیداد سے محروم رکھنا اور سماجی دباؤ کے تحت فیصلے کرنا آج بھی کئی خطوں میں عورت کے حقوق کی پامالی کا باعث ہن رہے ہیں۔

قدیم سماجی رسومات اور رواجات نے عورت کے لیے آگے بڑھنے کے موقع کو مسدود کیا ہے ایک پڑھی لکھی اور سمجھدار عورت کے لیے بھی ان خود ساختہ روایات اور رسومات سے کنارہ کش ہو کر اپنی زندگی اور کیر کو بہتر بنانا بہت دشوار ہے۔ ایک عورت کے لیے رد عمل کی نفیات میں مرد سے الگ ہو جانا، تہائی اختیار کرنا اور اکیلے رہنا فطرتی، سماجی اور اخلاقی اعتبار سے بہت برا ہے، اس کے بھی انکے نتائج اس کو بچکتے پڑ سکتے ہیں۔

سفر شات

معاشرے میں عورت کے بارے میں موجود منفی عرف و عادات مثلاً جبر کے ذریعے نکاح، ونی، سوارہ، کاروکاری اور غیرت کے نام پر قتل کو ختم کرنے کے لیے عوامی شعور ہیدار کیا جائے۔ اس کے لیے مساجد، دینی ادارے، کمیونٹی سینٹر زاور میڈیا کو مثبت کردار ادا کرنا چاہیے۔

خواتین کے حقوق پر مبنی آگاہی مہماں چلانی جائیں، تاکہ عام لوگ یہ جان سکیں کہ کون سے عرف اسلامی تعلیمات کے مطابق ہیں اور کون سے شریعت کے منافی۔

مقامی سطح پر خواتین کے مسائل کے حل کے لیے سماجی کمیٹیاں تشکیل دی جائیں جو مصالحتی کردار ادا کریں اور غیر شرعی رسوم کے خاتمے کے لیے عملی اقدامات کریں۔

خواتین کو سماجی سرگرمیوں میں فعال شرکت کا موقع دیا جائے تاکہ وہ اپنی آواز بلند کر سکیں اور اپنے حقوق کے لیے اجتماعی شعور کو فروغ دے سکیں پاکستان میں پہلے سے موجود قوانین مثلاً خواتین کو وراثت میں حق دلانے کا قانون، کم عمری کی شادی کی ممانعت، اور غیرت کے نام پر قتل کے خلاف قانون پر مؤثر اور سختی سے عمل درآمد کرایا جائے۔

ایسے قوانین میں پائے جانے والے عملی خلاکو دور کیا جائے تاکہ با اثر طبقات ان قوانین سے بچنے سکیں۔

عدالتوں میں خواتین کے کیسز کے لیے تیز فمار نظام قائم کیا جائے تاکہ وہ برسوں مقدمات میں نہ بھی رہیں۔

- خواتین کو قانونی معاونت فراہم کرنے کے لیے لیگل ایڈسینٹر ز قائم کیے جائیں جہاں وہ مفت مشورہ اور وکیل کی سہولت حاصل کر سکیں۔
- حکومت کو چاہیے کہ خواتین کے حقوق سے متعلق پالیسیوں کو مزید مضبوط اور نافذ العمل بنائے، خاص طور پر دینی علاقوں میں جہاں منفی عرف زیادہ رائج ہیں۔
- خواتین کے حقوق پر عمل درآمد کے لیے مخصوص ناسک فور سز تشکیل دی جائیں جو مختلف صوبوں میں جا کر سماجی سروے کریں اور قانون شکنی کے خلاف فوری کارروائی کریں۔
- حکومت کو چاہیے کہ خواتین کی تعلیم، صحت اور روزگار کے موقع بڑھانے کے لیے بجٹ میں خاطر خواہ اضافہ کرے تاکہ وہ سماجی و معاشری طور پر مضبوط ہو سکیں۔
- نصاب میں خواتین کے حقوق، اسلامی تعلیمات اور سماجی اصلاحات سے متعلق مضامین شامل کیے جائیں تاکہ نوجوان نسل ثبت روپیوں کو اپنائے۔

حوالہ جات

¹ مولانا سید جلال الدین انصر عمری، عورت اسلامی معاشرہ میں (لاہور: اسلامک بلی کیشنر (پرائیویٹ) لمبیڈ، 2005ء)۔
Maulānā Sayyid Jalāl al-Dīn Ansar ‘Umrl, Aurat Islāmī Mu’āshray Mein (Lahore: Islāmīk Pablikeshanz (Prāyavit Limited, 2005).

² مصطفیٰ الباعی، المرأة میں الفقه والقانون (بیروت: مکتبۃ الوراق للنشر والتوزیع)
Muṣṭafā al-Sibā‘ī, al-Mar’ah Bayn al-Fiqh wa al-Qānūn (Bayrūt: Maktabat al-Warrāq li al-Nashr wa al-Tawzī‘).

³ ایضاً

⁴ ابن فارس، ابو الحسن احمد بن فارس، مجمع مقامیں اللہ (بیروت: دار المعرفہ، 1313ھ)، جلد 2، ص 558۔

⁵ (مجمع مقامیں اللہ)، 1313ھ، 281/2

⁶ حسین بن محمد الراغب الاصفہانی، المفردات فی غریب القرآن (بیروت: دار احیاء التراث العربي، ط 1، 1423ھ)، ص 343۔

Husayn ibn Muḥammad al-Rāghib al-Asfahānī, al-Mufradāt fī Ghārīb al-Qur’ān (Bayrūt: Dār Ihyā’ al-Turāth al-‘Arabī, 1st ed., 1423H), p. 343.

⁷ القرآن، الْحُرْيَم، 66:3..66:3

⁸ القرآن، البقرة، 2:166

⁹ لسان العرب، 9/239

¹⁰ القرآن، الاعراف، 7:199

al-Qur’ān, al-A‘rāf, 7:199.

¹¹ ابو بکر ابصیر احمد بن علی ارازی، احکام القرآن (کراچی: تدبیکی کتب خانہ، سان)، جلد 3/58.

Abū Bakr al-Jaṣāṣ, Aḥmad ibn ‘Alī al-Rāzī, Aḥkām al-Qur’ān (Karāchī: Qadīmī Kutub Khānah, s.n.), vol.

¹² فخر الدین الرازی، مفاتیح الغیب (بیروت: دارالکتب العلمیہ، س.ن).

Fakhr al-Dīn al-Rāzī, Mafātīḥ al-Ghayb (Bayrūt: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, s.n.).

¹³ القرآن، الأذاب، 63:33.

al-Qur’ān, al-Aḥzāb, 33:63.

¹⁴ القرآن، آل عمران، 110:3.

Qur’ān, Al ‘Imrān, 3:110.

¹⁵ الاصفهانی، المفردات، ص: 344.

al-Asfahānī, al-Mufradāt, p. 344

¹⁶ لسان العرب، كتاب الأصين، بذيل مادة عود.

Lisān al-‘Arab, Kitāb al-‘Ayn, bi-Ẓayl mādah ‘A-W-D.

¹⁷ القرآن، الروم، 27:30.

al-Qur’ān, al-Rūm, 30:27.

¹⁸ ابن امیر الحاج، التقریر والتحمیل (بولاق: مطبعة بولاق، س.ن)، جلد 1/ 289.

¹⁹ احمد حسن الزیات و دیگر، لجم الوسیط (ترکیه: المکتبۃ الاسلامیہ، س.ن)، ص 2/ 635.

Aḥmad Ḥasan al-Zayyāt wa ’Ākhirūn, al-Mu’jam al-Wasīṭ (Turkiyah: al-Maktabah al-Islāmiyyah, s.n.), 2/ 635.

²⁰ آیضاً.

Aydan

²¹ المفردات في غريب القرآن، ص: 366.

al-Mufradāt fī Gharīb al-Qur’ān, p. 366.

²² ابو سنه احمد بن حنفی، العرف والعادة في رأي الفقهاء (قاهره: مطبعة الازهر، س.ن).

Abū Sanah, Aḥmad Fahmī, al-‘Urf wa al-‘Ādah fī Ra’y al-Fuqahā’ (Qāhirah: Maṭba‘at al-Azhar, s.n.)

²³ ابن عابدین، محمد امین آفندی، مجموع رسائل ابن عابدین (لاہور: سہیل اکیڈمی، س.ن)، ص 20/ 117.

Ibn ‘Ābidīn, Muḥammad Amīn Afandī, Majmū‘ah Rasā’il Ibn ‘Ābidīn (Lahore: Suhail Academy, s.n.), 20/ 117.

²⁴ محمد حضر احسانی، الشريعة الصالحة لكل زمان (مصر: کتبۃ النہضة المصریۃ، 1999ء)، ص 32.

Muhammad Khadr al-Husayn, al-Sharī‘ah al-Šāliḥah li-Kulli Zamān (Miṣr: Maktabat al-Nahḍah al-Miṣriyyah, 1999), p. 32.

²⁵ عبد الوهاب خلاف، مصادر التشريع الإسلامي فيما لاذ نص فيه (كويت: الدار الالكترونية، س.ن)، جلد 2/145.

‘Abd al-Wahhāb Khalf, Maṣādir al-Tashrī‘ al-Islāmī fīmā Lā Naṣ Fīh (Kuwait: al-Dār al-Kuwaytiyyah, s.n.), vol. 2/145.

²⁶ تفصیل کیلئے دیکھے کتاب الأحكام العدیة مادۃ 45-46 ابن نجیم، الاشہاد والنظر، عبد المالک عرفانی، اسلامی قانون کے لیے کلیات۔

For details, see Kitāb al-Āḥkām al-‘Adliyyah, mādah 36–45; Ibn Najīm, al-Ashbāh wa al-Nazā’ir; ‘Abd al-Malik ‘Irfānī, Kulliyāt fī al-Qānūn al-Islāmī.

²⁷ ابن نجیم، زین الدین بن ابراهیم، الاشہاد والنظر (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1999ء).

Ibn Najīm, Zayn al-Dīn ibn Ibrāhīm, al-Ashbāh wa al-Nazā’ir (Bayrūt: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1999).

²⁸ اقرآن، الحج، 16:58-59

al-Qur’ān, al-Nahāl, 16:58–59.

²⁹ اقرآن، الزخرف، 43:17

al-Qur’ān, al-Zukhruf, 43:17

³⁰ سنن داری، باب من کان علیہ الناس قبل مبعث النبی ﷺ من الجھل والضلالة، 4/1-3۔

Sunan Dārimī, Bāb “Man Kāna ‘Alayh al-Nās Qabl Mab’ath al-Nabī ﷺ min al-Jahl wa al-Ḍalālah,” 4/1–3.

³¹ سنن داری، باب من کان علیہ الناس قبل مبعث النبی ﷺ من الجھل والضلالة، 4/1-3۔

Sunan Dārimī, Bāb “Man Kāna ‘Alayh al-Nās Qabl Mab’ath al-Nabī ﷺ min al-Jahl wa al-Ḍalālah,” 4/1–3.

³² ابو داؤد، سلیمان بن اشعش، سنن ابی داؤد (بیروت: دار الکتب العلمیہ، س.ن)، کتاب الطلاق، باب فی من اسلم و عنده نساء اکثر من اربع، جلد 2/226.

Abū Dāwūd, Sulaymān ibn Ash’ath, Sunan Abī Dāwūd (Bayrūt: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, s.n.), Kitāb al-Talāq, Bāb “Fī Man Aslama wa ‘Indahu Nisā’ Akthar min Arba’,” vol. 2/226.

³³ عورت انسانیت کے آئینے میں، ص 95۔

Aurat Insānīyat ke Ā’īne Mein, p. 95.

³⁴ قاضی عبد الصمد صارم، مقالات صارم، (lahor: حجازی پریس، دار المصنفین شیخ الکیڈی، اعظم گڑھ)، ص 88۔

Qāḍī ‘Abd al-Šāmad Ṣārim, Maqālāt Ṣārim (Lahore: Hijāzī Press; Dār al-Muṣannifīn Shībīlī Academy, Azamgarh), p. 88.

³⁵ اقرآن النساء، 4:129

al-Qur’ān, al-Nisā’، 4:129.

³⁶ صنی ارجمند المبارکپوری، الرجیق المختوم (لاہور: المکتبۃ السلفیۃ، 1421ھ)، ص: 68۔

Ṣaṭṭ al-Raḥmān al-Mubārakpūrī, al-Raḥīq al-Makhtūm (Lahore: al-Maktabah al-Salafiyyah, 1421H), p. 68.

³⁷ پیر محمد کرم شاہ الا زہری، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 1420ھ، ص: 352۔

Pīr Muḥammad Karam Shāh al-Azharī, Ḍiyā’ al-Nabī (Lahore: Ḍiyā’ al-Qur’ān Publications, 1420H), 1/352.

³⁸ سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ (لاہور: الفیصل ناشران، 1991ء)، جلد 6/137۔

Sayyī Sulaymān Nadwī, Sīrah al-Nabī ﷺ (Lahore: al-Faisal Nāshirān, 1991), vol. 6/137.

³⁹ اشرف علی تھانوی، مرتب محمد اقبال قریشی، حقوق العباد: اہمیت، فضائل، مسائل (لاہور، کراچی: ادارہ اسلامیات، 1427ھ)، ص: 48-49۔

Ashraf ‘Alī Thānawī, compiled by Muḥammad Iqbāl Qurayshī, Ḥuqūq al-‘Ibād: Ahammiyyah, Faḍā’il, Masā’il (Lahore, Karāchī: Idārah Islāmiyyāt, 1427H), pp. 48-49.

⁴⁰ Gerda Lerner, *The Creation of Patriarchy* (New York: Oxford University Press, 1986), 45-48.

⁴¹ Sally Engle Merry, *Human Rights and Gender Violence: Translating International Law into Local Justice* (Chicago: University of Chicago Press, 2006), 72-75.

⁴² Martha C. Nussbaum, *Women and Human Development: The Capabilities Approach* (Cambridge: Cambridge University Press, 2000),

⁴³ Amartya Sen, *Development as Freedom* (New York: Alfred A. Knopf, 1999), 190-195.

⁴⁴ غیرت کے نام پر قتل: ایک معاشرتی الیہ، روزنامہ جنگ (ملتان: خصوصی ایڈیشن برائے خواتین، 3 نومبر 2003ء)۔

⁴⁵ غیرت کا قتل: تہذیبی، قانونی اور اسلامی اقدار کی روشنی میں، ماہنامہ محدث (لاہور: س.ن)، ص: 74۔

“Ghairat ka Qatl: Tahzībī, Qānūnī aur Islāmī Aqdar ki Roshni mein,” *Māhnāmah Muḥaddith* (Lahore: s.n.), p. 74.

⁴⁶ محمد شاہ نواز خان، ”فسودہ روایات اور ہماری خواتین“، روزنامہ نوائے وقت (ملتان: 7 مارچ 2008ء)۔

Muhammad Shāhnawāz Khān, “Farsūdah Rawāyāt aur Hamārī Khawātīn,” *Roznāmah Nawā-ye Waqt* (Multān: 7 March 2008).